THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

تبیین القرآن میں ربط و نظم کے نظائر ایک تجزیاتی مطالعہ

Examples of Coherence and Arrangement in Tabyin al Quran An Analytical Study

Dr. Aisha Shafqut
Assistant Professor, Gulab Devi Educational Complex, Lahore, Pakistan.
Email: musyyebahmad@gmail.com

Abstract

This article examines examples of Quranic coherence in Tabyin al Quran by Muhammad Husayn Nilawi, using the relevant discussions in the available exegetical extracts as its documentary basis. It investigates how connections between verses and successive surahs operate within an interpretive framework centred on divine unity. The study employs descriptive and analytical methods, distinguishes thematic association from contextual continuity, and evaluates representative relationships involving al Fatihah, al Baqarah, Al Imran, al Nisa, al Maidah, al Anam, al Araf, and al Anfal. Particular attention is given to the movement from supplication to guidance, from concise statements to detailed instruction, and from doctrinal foundations to social obligations. The analysis also considers explanatory additions within translation and their implications for identifying the boundary between Quranic wording and exegetical interpretation. The findings suggest that Nilawi's approach offers an accessible framework for reading passages together and for connecting belief with worship, justice, and communal responsibility. However, a recurring theological theme alone cannot establish every proposed relationship or determine the precise purpose of an entire surah. Several connections require stronger support from local context, linguistic indicators, and the development of the argument. Claims reported by the thesis are therefore treated as interpretive proposals rather than conclusive descriptions of divine intention. The article recommends transparent presentation of explanatory material, careful differentiation between levels of coherence, and comparative examination of alternative readings. It concludes that Tabyin al Quran provides valuable examples of connected interpretation when its thematic insights are assessed alongside textual evidence and limits on exegetical certainty.

Keywords: Coherence, Quran, Nilawi, Tawhid, Context, Exegesis, Translation

تعارف موضوع

قرآن مجید کی آیات اور سورتیں محض الگ الگ ہدایات کا مجموعہ نہیں، بلکہ ان کے درمیان معنی، مقصد اور اسلوب کے ایسے تعلقات موجود ہیں جو مربوط مطالعے سے زیادہ واضح ہوتے ہیں۔ اسی تعلق کی دریافت علم ربط و نظم کا بنیادی موضوع ہے۔ برصغیر کے تفسیری ادب میں محمد حسین نیلوی کی **تبیین القرآن** اس اعتبار سے قابل توجہ ہے کہ اس میں ترجمے، تشریح اور مناسبت کو ایک مسلسل بیان میں پیش کیا گیا ہے۔ زیر نظر تحقیق اس تفسیر کے منتخب نظائر کا اعادہ کرنے کے بجائے ان کی استدلالی ساخت جانچتی ہے۔ اس کا بنیادی سوال یہ ہے کہ نیلوی آیات اور سورتوں کے درمیان ربط کن بنیادوں پر قائم کرتے ہیں اور ان کا توحیدی زاویہ متن کے مضامین کو کس طرح مربوط کرتا ہے۔ تحقیق کی دستاویزی بنیاد منتخب تفسیری اقتباسات اور متعلقہ علمی مواد ہے، خصوصاً وہ فصل جس میں **تبیین القرآن** کے نظائر جمع کیے گئے ہیں۔ یہاں قرآنی عبارت، مفسر کی توضیح اور مقالہ نگار کے تجزیے میں امتیاز رکھا گیا ہے۔ مقصد کسی تفسیری مکتب کی مطلق برتری ثابت کرنا نہیں، بلکہ قابل قبول مناسبت، محتمل توجیہ اور مزید دلیل کے محتاج ربط کی علمی شناخت کرنا ہے۔[1]

[1] محمد حسین نیلوی، **تبیین القرآن** (کامل، چہار حصص) (پاکستان: اشاعۃ التوحید والسنۃ، بلا تاریخ)، ص ۵۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

منہج اور دائرہ تحقیق

یہ مطالعہ فراہم کردہ مقالے کے مطبوعہ صفحات ۱۴۰ تا ۱۵۸ اور متعلقہ تقابلی مباحث پر مبنی ہے۔ متعلقہ اقتباسات کو پہلے موضوع، پھر نوع ربط، اور آخر میں دلیل کی قوت کے اعتبار سے پڑھا گیا ہے۔ اصل **تبیین القرآن** کی آزاد نسخہ جاتی مقابلت اس مطالعے میں شامل نہیں؛ اس لیے اس سے متعلق نقل کردہ آراء کی نسبت فراہم کردہ مقالے کے واسطے سے کی گئی ہے۔ قرآنی مقامات کے حوالے براہ راست سورت اور آیت سے دیے گئے ہیں۔ جہاں تجزیہ اصل مقالے سے آگے بڑھتا ہے، وہاں اسے موجودہ مطالعے کا استنباط سمجھا جائے۔

ا۔ ربط نظم اور موضوعی وحدت کی علمی حد بندی

ربط کسی دو مقامات کے درمیان مناسبت کی نشان دہی کرتا ہے، جب کہ نظم اس مناسبت کو کلام کی ترتیب، مقصد اور داخلی تشکیل کے ساتھ دیکھتا ہے۔ موضوعی وحدت کسی سورت کے متنوع مضامین کو ایک جامع مقصد کے تحت سمجھنے کی کوشش ہے۔ ان تینوں تعبیرات کو یکساں سمجھنے سے تجزیے میں ابہام پیدا ہوتا ہے۔ دو سورتوں میں توحید کا مشترک ذکر موضوعی اشتراک تو ثابت کرتا ہے، لیکن اس سے ان کی موجودہ ترتیب کی خاص حکمت خود بخود ثابت نہیں ہوتی۔[2]

نیلوی کے نظائر کا جائزہ اسی فرق کے ساتھ ضروری ہے۔ فراہم کردہ مقالے کے مطابق وہ سورت کے دعوے، اس کے دلائل اور متعلقہ ہدایات کو مربوط کرتے ہیں۔ اس عمل میں بعض تعلقات قریب کے سیاق سے پیدا ہوتے ہیں، بعض پوری سورت کے مضامین سے اور بعض قرآن کے عمومی مقصد سے۔ پہلی قسم میں لفظی شہادت زیادہ نمایاں ہوتی ہے؛ آخری قسم میں استنباط کا حصہ بڑھ جاتا ہے۔ اس لیے ہر ربط کی قوت الگ جانچی جائے۔ اس تفریق سے تفسیر کی افادیت بھی محفوظ رہتی ہے اور مفسر کی رائے کو متن کا لازمی مفہوم بنا دینے سے بھی احتراز ہوتا ہے۔

ربط کی جانچ میں دو سوال مزید اہم ہیں۔ پہلا یہ کہ مجوزہ تعلق کے بغیر آیات کا مفہوم کس حد تک نامکمل رہتا ہے؛ دوسرا یہ کہ اس تعلق کے لیے کتنی اضافی مفروضہ عبارت ماننی پڑتی ہے۔ اگر اصل الفاظ اور ترتیب کافی ہوں تو مناسبت زیادہ قابل اعتماد ہو گی۔ اگر تعلق صرف مفسر کے طویل مقدمے سے پیدا ہو تو اسے محتمل توضیح کہا جائے۔ یہ معیار نیلوی کے خلاف خاص شرط نہیں، بلکہ ہر تفسیری تجویز کے لیے ضروری ہے۔ اسی سے نظم کے مطالعے میں ذوق اور دلیل کے باہمی مقام کی شناخت ہوتی ہے اور قاری سمجھتا ہے کہ خوب صورت توجیہ اور لازم متنی معنی میں کیا فرق ہے۔

کسی تفسیری مناسبت کی اصل قدر اس کی توضیحی قوت سے متعین ہوتی ہے۔ اگر تعلق آیات کے الفاظ، مخاطب اور مقصد کو بہتر سمجھا دے تو وہ محض ذہنی مماثلت سے آگے بڑھتا ہے۔ اس کے مقابلے میں ایسی توجیہ، جس میں پہلے ایک جامع تصور بنایا جائے اور پھر ہر آیت کو اسی کی مثال قرار دیا جائے، الگ جانچ چاہتی ہے۔ قرآن میں توحید کا بنیادی مقام مسلم ہے، مگر ہر مقام میں توحید کی ایک ہی صورت بیان نہیں ہوتی۔ کبھی خالق کی دلیل ہے، کبھی بندگی کا مطالبہ، کبھی تشریع کی نسبت اور کبھی آخرت کے سامنے جواب دہی۔ ان صورتوں کا فرق ملحوظ رکھنا ہی نظم کی حقیقی توضیح ہے۔

نیلوی کا منہج پڑھنے سے ایک اور تحقیقی ضرورت سامنے آتی ہے: متن کی نقل درست ہو تو نسبت اور تجزیہ بھی معتبر بنتے ہیں۔ فراہم کردہ مقالے کے الفاظ کو حتمی مفہوم سمجھنے سے پہلے ان کے مقام اور سیاق کو دیکھا گیا ہے۔ کسی فقرے کی تحسین، کسی جگہ روابط کی فہرست اور کسی مقام میں تنقید، تین الگ نوعیت کے مواد ہیں۔ ان سے اخذ ہونے والے نتائج بھی الگ ہونے چاہییں۔ اس طرح علمی ربط کا مطالعہ سوانحی تعریف یا عمومی پسند کی تائید کے بجائے ایک قابل مراجعت بحث بنتا ہے۔

نظم کی حد بندی میں یہ بھی ضروری ہے کہ ایک ہی تعلق کے لیے مختلف اصطلاحات استعمال ہونے پر فوری طور پر نظریاتی اختلاف نہ مانا جائے۔ ایک مفسر مناسبت، دوسرا ربط اور تیسرا موضوعی وحدت کہے تو عملی مثال دیکھ کر فیصلہ ہو گا کہ وہ ایک ہی چیز بیان کر رہے ہیں یا مختلف سطحیں۔ اسی طرح مشترک اصطلاح کے باوجود معنی مختلف ہو سکتے ہیں۔ نیلوی کے منتخب نظائر میں یہی احتیاط مفید ہے۔ ان کے مسلسل بیان کو آیات کی ترتیب، دلیل کی پیش رفت اور اخلاقی نتیجے کے لحاظ سے الگ پڑھا جائے۔ اس طریقے سے ان کی خاص خدمت بھی واضح ہوتی ہے اور عمومی علم نظم کے ساتھ اس کی نسبت بھی متعین رہتی ہے۔

---

[2] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۳، ۵۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

۲۔دعائے ہدایت سے کتاب ہدایت تک

فاتحہ اور بقرہ کے درمیان نیلوی کا نمایاں ربط دعا اور اس کے جواب کا تعلق ہے۔ فاتحہ میں بندہ راہ راست کی درخواست کرتا ہے، جبکہ بقرہ کے آغاز میں کتاب کی ہدایت سامنے آتی ہے۔ یہ مناسبت محض دونوں سورتوں کے موضوعات کی مماثلت نہیں، بلکہ طلب اور رہنمائی کی معنوی ترتیب ہے۔ اس میں فاتحہ کے اختتام اور بقرہ کے افتتاح کو ایک ساتھ پڑھنے سے تعلق زیادہ واضح ہوتا ہے۔[3]

﴿اَهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾[4]

ترجمہ: ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔

﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾[5]

ترجمہ: پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے۔

یہاں دعا کی قبولیت کو کسی مستقل تاریخی واقعے کے طور پر بیان کرنے کے بجائے دونوں مقامات کا معنوی ربط سمجھنا زیادہ محتاط ہے۔ بقرہ کا آغاز بتاتا ہے کہ رہنمائی کا تعلق کتاب سے اور فائدہ اٹھانے کا تعلق تقویٰ سے ہے۔ یوں ہدایت کی خواہش، معتبر ذریعہ اور قبول کرنے کی اخلاقی استعداد ایک دوسرے کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔ یہی ربط تدریس میں دعا کو مطالعے اور عمل سے جوڑنے کے لیے مفید بنیاد فراہم کرتا ہے۔

اس مثال کی تعلیمی توضیح میں تقویٰ کا پہلو نظر انداز نہیں ہونا چاہیے۔ کتاب ہدایت ہے، مگر ہدایت سے فائدہ اٹھانے کے لیے قبول حق کی آمادگی ضروری ہے۔ فاتحہ کی دعا بندے کے احتیاج کا اظہار اور بقرہ کا آغاز ہدایت کے معتبر مرجع کی شناخت ہے۔ دونوں مقامات کو ساتھ رکھنے سے علم اور اخلاق کا تعلق پیدا ہوتا ہے۔ طالب علم کو یہ بھی سمجھایا جاسکتا ہے کہ روزانہ دعا کرنے کا مطلب کتاب کی ہدایت سے مسلسل تعلق رکھنا ہے۔ تاہم یہ عملی نتیجہ آیات کے تعلق سے اخذ کیا گیا ہے؛ اسے نیلوی کے ہر لفظ کی براہ راست نقل سمجھنا درست نہیں۔

فاتحہ اور بقرہ کی اس مناسبت کو دعائیہ خطاب اور خبریہ بیان کے فرق سے بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ فاتحہ میں بندہ اپنی حاجت پیش کرتا ہے؛ بقرہ میں کتاب اور اس سے فائدہ اٹھانے والے اہل تقویٰ کی شناخت ہوتی ہے۔ اسلوب بدلتا ہے، مگر بنیادی سوال برقرار رہتا ہے: انسان صحیح راستہ کیسے پہچانے اور اس پر کیسے چلے؟ یہی تبدیلی ربط کو محض لفظی اشتراک سے زیادہ معنی خیز بناتی ہے۔ دعا میں احتیاج ہے اور کتاب کے بیان میں رہنمائی کا مرجع۔ دونوں کو ساتھ پڑھنے سے یہ تصور بنتا ہے کہ ہدایت کی طلب، ہدایت کے ذریعے کی شناخت سے الگ نہیں ہونی چاہیے۔

بقرہ کی ابتدائی آیات میں ایمان بالغیب، نماز، انفاق اور آخرت پر یقین کی علامات اس رہنمائی کی عملی صورت سامنے لاتی ہیں۔ اس لیے فاتحہ کی دعا کا تعلق صرف معلومات حاصل کرنے سے نہیں، کردار کی تشکیل سے بھی ہے۔ ہدایت کا طالب اگر کتاب کی تعلیم سے بے تعلق رہے تو دعائیہ الفاظ اور عملی رویے کے درمیان فاصلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ موجودہ مطالعے کا اخلاقی استنباط ہے؛ اسے آیت کے الفاظ کا لفظی ترجمہ نہیں کہا جارہا۔ اس فرق کو واضح رکھنے سے تدریسی اطلاق زیادہ معتبر بنتا ہے اور قرآن کی ہدایت عملی زندگی سے مربوط ہو کر سامنے آتی ہے۔[6]

اس مثال میں نیلوی کی توضیح کو قبول کرنے کی بنیاد یہ نہیں کہ ہر دعا کا جواب اگلی سورت میں ہونا لازم ہے۔ قوت اس خاص مقام کی مناسبت میں ہے، جہاں راہ راست کی درخواست کے بعد ہدایت دینے والی کتاب کا ذکر ہے۔ اگر اس ایک مثال کو عمومی قانون بنا دیا جائے تو ایسی دوسری جگہوں میں مصنوعی ربط تلاش کیا جاسکتا ہے جہاں

---

[3] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص۵۔

[4] **القرآن الکریم**، الفاتحہ:۶۔

[5] **القرآن الکریم**، البقرہ:۲۔

[6] **القرآن الکریم**، البقرہ:۲–۵۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

متعلقہ قرینہ موجود نہ ہو۔ اس لیے مثال سے اصول اخذ کرتے وقت اس کی حد بھی ساتھ بیان کی جائے۔ مضبوط تدریسی بیان یہی ہو گا کہ فاتحہ اور بقرہ میں اس نوع کا واضح معنوی تعلق ہے، جس سے بندگی، وحی اور تقویٰ کے درمیان نسبت سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

۳۔ انسانی رویوں کا اجمال اور تفصیل

فاتحہ میں انعام یافتہ راستے اور اس سے انحراف کی صورتوں کا اجمالی ذکر ہے۔ بقرہ کے آغاز میں متقین، منکرین اور منافقین کے رویے تفصیل سے بیان ہوتے ہیں۔ فراہم کردہ مقالہ نیلوی کی طرف اس تعلق کو اجمال کے بعد تفصیل کی صورت میں منسوب کرتا ہے۔ اس ربط کا فائدہ یہ ہے کہ قاری ہدایت کو صرف نظری تصور کے طور پر نہیں پڑھتا، بلکہ قبول، انکار اور دو عملی کے انسانی رویوں کے ساتھ دیکھتا ہے۔[7]

تاہم دونوں سورتوں کی تقسیموں کو بالکل ایک ہی فہرست قرار دینا الگ دلیل چاہتا ہے۔ فاتحہ کے اوصاف اور بقرہ کی ابتدائی جماعتوں میں معنوی تعلق موجود ہے، لیکن ہر وصف کا صرف ایک جماعت پر انحصار اس تعلق سے لازم نہیں آتا۔ اس لیے بہتر تعبیر یہ ہے کہ بقرہ ہدایت کے مقابل انسانی طرز عمل کی تفصیل سامنے لاتی ہے۔ اس میں ایمان، تقویٰ، انکار اور نفاق کی شناخت اخلاقی اور عملی علامات سے ہوتی ہے۔ یہ احتیاط اجمال و تفصیل کے ربط کو برقرار رکھتی ہے اور آیات کی وسعت کو ایک تنگ تاریخی تقسیم میں محدود نہیں ہونے دیتی۔

اس مناسبت کو پڑھاتے وقت کردار کی علامات پر توجہ زیادہ مفید ہے۔ انعام یافتہ راستے کا تعلق اطاعت اور بندگی سے ہے، جبکہ انحراف کے اوصاف علم کے باوجود مخالفت یا صحیح رہنمائی سے دوری کی صورت میں سامنے آسکتے ہیں۔ بقرہ کی ابتدائی آیات بھی ایمان کے محض نام کے بجائے رویوں کو واضح کرتی ہیں۔ اس لیے تقابل کو تاریخی ناموں کی فہرست بنانے کے بجائے قبول ہدایت کی کیفیت کا مطالعہ بنانا بہتر ہے۔ ایسا مطالعہ آیات کے اخلاقی خطاب کو قاری کی اپنی زندگی تک پہنچاتا ہے اور دوسروں پر حکم لگانے کے بجائے اپنی علمی اور عملی حالت جانچنے کی دعوت دیتا ہے۔

انسانی رویوں کی تفصیل میں تقویٰ، انکار اور نفاق کو ایک ہی نوع کے تین سادہ نام سمجھنا کافی نہیں۔ ہر رویے کا تعلق علم، ارادہ اور عمل کے مختلف پہلوؤں سے ہے۔ بقرہ کے آغاز میں ایمان قبول کرنے والوں کی عملی علامات بیان ہوتی ہیں، انکار کرنے والوں کی بندش واضح ہوتی ہے، اور منافقانہ طرز عمل کی داخلی و خارجی ناہمواری کھولی جاتی ہے۔ اسی لیے یہ بیان محض گروہوں کی شناخت سے زیادہ تربیتی اہمیت رکھتا ہے۔ قاری کو نظر آتا ہے کہ ہدایت کے سامنے اس کا اپنا رویہ کون سا ہے اور اس میں کون سی اصلاح درکار ہے۔

فاتحہ کے انعام یافتہ راستے کے ساتھ بقرہ کی اس تفصیل کو ملاتے ہوئے مثبت پہلو پر بھی اتنی ہی توجہ ہونی چاہیے جتنی انحراف پر ہوتی ہے۔ صرف گمراہ گروہوں کی نشان دہی سے درس مکمل نہیں ہوتا۔ ایمان، نماز، انفاق اور آخرت کے یقین کی طرف پیش رفت ہی اس دعا کا عملی تقاضا بنتی ہے۔ نیلوی کی توجیہ کو اس زاویے سے پڑھنے سے اس کے اصلاحی مقصد کی متوازن صورت سامنے آسکتی ہے۔ اس صورت میں ربط قاری کو دوسروں کے احوال شمار کرنے کے بجائے اپنی ذمہ داری سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔[8]

اجمال و تفصیل کے اس تعلق کی جانچ میں ایک ممکن اعتراض یہ ہے کہ فاتحہ کے اوصاف وسیع ہیں، جبکہ بقرہ کے آغاز کی تقسیم مخصوص انداز رکھتی ہے۔ اس اعتراض کا جواب دونوں کو لفظ بہ لفظ برابر قرار دینے میں نہیں، ان کے مشترک ہدایتی سوال کو واضح کرنے میں ہے۔ فاتحہ مطلوب راستے اور اس سے انحراف کی پہچان دیتی ہے، بقرہ ہدایت کے سامنے انسانی ردعمل کو کھولتی ہے۔ یہ مناسبت ایک وسیع تربیتی ترتیب ہے۔ اس تعبیر میں دونوں سورتوں کی مستقل دلالت محفوظ رہتی ہے اور ربط کی توجیہ غیر ضروری تعیین سے بچ جاتی ہے۔

---

[7] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۵۔

[8] **القرآن الکریم**، الفاتحہ: ۷؛ البقرہ: ۲–۲۰۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

۴۔عبادت کے اقرار سے ربوبیت کی دلیل تک

فاتحہ میں عبادت اور استعانت کا اقرار ہے، جبکہ بقرہ میں انسانوں کو اپنے رب کی عبادت کی دعوت دیتے ہوئے تخلیق اور رزق کی نشانیاں پیش کی گئی ہیں۔ نیلوی اس تعلق کو توحیدی اقرار کی توضیح سمجھتے ہیں۔ یہاں دعویٰ اور دلیل کے درمیان ربط اہم ہے: بندہ جس کی عبادت کا عہد کرتا ہے، بقرہ اسی کی ربوبیت کے دلائل سامنے لاتی ہے۔[9]

بقرہ ۲۱–۲۲ میں خطاب تمام انسانوں سے ہے۔ تخلیق انسان، زمین کی مناسبت، آسمان اور بارش کے ذریعے رزق کا ذکر عبادت کی دعوت کو کائنات کے مشاہدے سے جوڑتا ہے۔ اس ترتیب سے واضح ہوتا ہے کہ عبادت محض خاندانی رسم نہیں، بلکہ خالق کی نعمت اور اختیار کے اعتراف کا عملی نتیجہ ہے۔

اس ربط کی قوت واضح معنوی مناسبت میں ہے۔ البتہ ربوبیت کے ہر ذکر کو صرف ایک اختلافی مذہبی مسئلے کا جواب سمجھ لینا آیات کے عمومی خطاب کو محدود کر سکتا ہے۔ نیلوی کی توضیح کو پڑھتے وقت مشترک توحیدی اصول اور ان کی مخصوص تطبیقات الگ رکھی جائیں۔ اس امتیاز سے متن کا عالمگیر خطاب اور مفسر کی اصلاحی ترجیح دونوں درست مقام پر رہتے ہیں۔

اس مثال میں ربط کی ایک اور صورت بھی سامنے آتی ہے: اقرار کو مشاہدے کی بنیاد ملتی ہے۔ فاتحہ میں بندگی کا عہد اور بقرہ میں خالق کی نشانیاں الگ اسالیب ہیں، مگر ایک ہی سوال کے دو پہلو واضح کرتے ہیں۔ ایک مقام دل کی وابستگی ظاہر کرتا ہے اور دوسرا عقل کو دلیل کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نظم ہمیشہ ایک جیسے جملوں کی تکرار نہیں ہوتا۔ بسا اوقات اسلوب کا فرق ہی تعلق کی تکمیل کرتا ہے۔ نیلوی کی توضیح سے استفادہ کرتے ہوئے اسی تنوع کو نمایاں کرنا چاہیے تاکہ عبادت، معرفت اور اخلاق کا رشتہ زیادہ واضح ہو۔

بقرہ کی دعوت عبادت میں دلیل کی ترتیب بھی قابل توجہ ہے۔ انسان پہلے اپنی تخلیق اور اپنے سے پہلے لوگوں کی تخلیق کی طرف متوجہ ہوتا ہے، پھر زمین، آسمان اور رزق کے مشاہدے سے خالق کی قدرت سمجھتا ہے۔ اس کے بعد شریک بنانے سے منع کیا جاتا ہے۔ اس ترتیب سے عبادت، ربوبیت اور عملی عقیدے کا تعلق بنتا ہے۔ فاتحہ کا اقرار اس دلیل کی روشنی میں زیادہ واضح ہوتا ہے: عبادت اسی کے لیے خاص ہے جس کا خالق اور پروردگار ہونا ان نشانیوں سے سامنے آتا ہے۔ نیلوی کے توحیدی زاویے کی ایک مضبوط جہت یہی دعویٰ اور دلیل کا تعلق ہے۔

بقرہ ۱۶۵ میں محبت اور قوت کی نسبت کے ذکر سے اسی سوال کا ایک دوسرا پہلو سامنے آتا ہے۔ عبادت صرف ظاہری عمل نہیں؛ دل کی ترجیح اور کسی کو حقیقی اختیار کا حامل سمجھنا بھی دینی زندگی سے متعلق ہے۔ اس مقام کو پہلے ربط کے ساتھ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کائناتی دلیل اور انسانی وابستگی الگ مگر متعلق موضوعات ہیں۔ ایک آیت خالق کی نشانیاں دکھاتی ہے، دوسری انسان کی محبت اور اس کے نتائج کا محاسبہ کرتی ہے۔ اس تنوع کو ایک ہی جملے میں ختم کر دینا مناسب نہیں۔ دونوں کے الگ استدلالی مقام کو واضح کیا جائے۔[10]

علمی احتیاط کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اس ربط سے متعلق اختلافی تطبیقات اور مشترک توحیدی اصل الگ رکھی جائیں۔ نیلوی کی اصلاحی تشریح میں بعض مسائل خاص اہمیت رکھتے ہیں، مگر موجودہ مضمون کا موضوع ان تمام اختلافات کا فیصلہ نہیں۔ یہاں یہ دیکھا جا رہا ہے کہ عبادت کے اقرار اور ربوبیت کی دلیل کے درمیان تعلق کیسے بنایا گیا ہے۔ اس حد کے اندر تجزیہ زیادہ مضبوط رہتا ہے۔ اگر کسی مخصوص مذہبی عمل پر حکم مطلوب ہو تو اس کے دلائل، شرائط اور متعلقہ فقہی و اعتقادی بحث الگ درکار ہو گی۔ نظم کی ایک مناسبت اس وسیع کام کی جگہ نہیں لے سکتی۔

---

[9] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۴۲، ۲۲۔

[10] **القرآن الکریم**، البقرہ: ۲۱–۲۲، ۱۶۵۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

۵۔بقرہ اور آل عمران میں عقیدہ اور اجتماعی استقامت

فراہم کردہ مقالے کے مطابق نیلوی بقرہ اور آل عمران میں متعدد مناسبتیں پیش کرتے ہیں، جن میں توحید، رسالت، انفاق اور اہل کتاب کے سوالات نمایاں ہیں۔ ان کی ایک توجیہ یہ ہے کہ بقرہ میں بیان کردہ بعض بنیادی مضامین آل عمران میں مزید توضیح اور مناقشے کے ساتھ آتے ہیں۔ اس ربط کو قبول کرنے کے لیے مشترک مضمون کے ساتھ دونوں سورتوں کے مخصوص خطاب کا لحاظ بھی ضروری ہے۔[11]

بقرہ میں امت کی تشکیل، عبادات اور اجتماعی احکام کے وسیع مباحث ہیں۔ آل عمران میں ایمان پر ثابت قدمی، وحی کی صداقت، اہل کتاب سے خطاب اور آزمائش میں اجتماعی استقامت نمایاں ہوتی ہے۔ یوں دونوں سورتوں کا تعلق بنیاد اور اس کی حفاظت کے زاویے سے سمجھا جاسکتا ہے۔ یہ موجودہ مطالعے کی تحلیلی تعبیر ہے، تمام مضامین کا مکمل بدل نہیں۔

بقرہ کی آخری دعا اور آل عمران کے مباحث کو جوڑتے وقت جنگ اور مکالمے کے تاریخی سیاق کو الگ واضح کرنا چاہیے۔ علمی جواب، دعوتی گفتگو اور عسکری احکام کو ایک غیر متعین عمومی حکم بنا دینا درست نہیں۔ مربوط تفسیر کی کامیابی موضوعات کو جوڑنے کے ساتھ ان کی شرائط محفوظ رکھنے میں ہے۔

ان دونوں سورتوں کے تعلق میں جماعت کی اخلاقی تشکیل بھی قابل توجہ ہے۔ اجتماعی استقامت صرف مخالف کے جواب سے حاصل نہیں ہوتی؛ خود احتسابی، قربانی اور اختلاف پر قابو بھی اس کا حصہ ہیں۔ اس لیے بقرہ کے انفاق اور آل عمران کی آزمائشوں کو ملاتے وقت عقیدے اور کردار کا تعلق واضح کیا جائے۔ ایک سورت کے وسیع احکام دوسری کے مخصوص واقعات سے مختلف صورت میں تربیت دیتے ہیں۔ یہی فرق دونوں کے مستقل مقام کو محفوظ رکھتا ہے۔ ربط کی اچھی توضیح قاری کو یہ دکھاتی ہے کہ مشترک مقصد کے باوجود ہر سورت اپنے الگ خطاب اور دلیل کے ذریعے اس مقصد کی تکمیل کرتی ہے۔

بقرہ اور آل عمران میں اہل کتاب کے ساتھ گفتگو کا ذکر دونوں سورتوں کے تعلق کی ایک اہم بنیاد ہے، لیکن دونوں کا انداز اور منتخب موضوع یکساں نہیں۔ بقرہ میں سابق امت کی بعض تاریخی روشیں اور احکام سامنے آتے ہیں؛ آل عمران میں وحی کی صداقت، عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت اور مشترک دینی بنیاد پر خطاب نمایاں ہے۔ یہ تنوع بتاتا ہے کہ مشترک موضوع کے اندر بھی نئے سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ نیلوی کے ربط کو مضبوط صورت میں پیش کرنے کے لیے انہی سوالات کی شناخت ضروری ہے۔ اس سے معلوم ہو گا کہ بعد کی سورت پہلی بات کو صرف دہراتی ہے یا اسے مختلف زاویے سے آگے بڑھاتی ہے۔

آل عمران کے اندر عقیدہ اور اجتماعی آزمائش کا تعلق بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ایمان کی صداقت کے دلائل کے ساتھ جماعت کے رویے، صبر اور باہمی تعلق کے مسائل سامنے آتے ہیں۔ اس لیے اس سورت کو صرف نظری مناقشہ کہنا ناکافی ہو گا۔ بقرہ کے احکام اور آل عمران کے تربیتی مطالبات میں مناسبت ایک ایسی جماعت کی تشکیل سے متعلق ہے جس کے پاس دینی اصول بھی ہوں اور آزمائش میں ان پر قائم رہنے کی صلاحیت بھی۔ یہ ایک تحلیلی تعبیر ہے، جسے ہر ذیلی مقام کے اصل سیاق کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے۔[12]

اس ربط کی قدر جانچنے میں یہ سوال اہم ہے کہ کیا مفسر نے دونوں سورتوں کے مخصوص مضامین کو مناسب جگہ دی ہے۔ اگر توحید، رسالت، انفاق اور جدوجہد کے عمومی عنوانات سب مباحث کا بدل بن جائیں تو بعض باریکیاں باقی رہ جاتی ہیں۔ لیکن اگر انہیں ایسے جامع مقاصد سمجھا جائے جن کی مختلف عملی صورتیں دونوں سورتوں میں دکھائی گئی ہیں تو مناسبت زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ اس لیے نیلوی کی توجیہ کو ایک مفید ابتدائی نقشے کے طور پر پڑھا جاسکتا ہے۔ مکمل فہم کے لیے ہر حصے کے مخاطب، واقعے اور دلیل کا الگ مطالعہ اس نقشے کی تکمیل کرے گا۔

---

[11] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۸۰۔

[12] **القرآن الکریم**، آل عمران: ۳۱–۳۲، ۶۴، ۱۰۲–۱۰۵، ۱۳۹–۱۴۶، ۲۰۰۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

۶۔ آل عمران سے نساء تک حقوق کی تنظیم

نیلوی کے بیان میں آل عمران کے بعد نساء کا تعلق اجتماعی تنظیم اور حقوق کی حفاظت سے قائم ہوتا ہے۔ ایمان اور دینی استقامت کے بعد انسانی تعلقات میں عدل کا سوال سامنے آتا ہے۔ نساء کے خاندانی احکام، یتیموں کے حقوق، وراثت، امانت اور انصاف اس مناسبت کی اہم بنیاد ہیں۔[13]

﴿إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُكُمۡ أَن تُؤَدُّواْ ٱلۡأَمَٰنَٰتِ إِلَىٰٓ أَهۡلِهَا﴾[14]

ترجمہ: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حق داروں تک پہنچاؤ۔

یہ حکم ایمان کے اجتماعی اظہار کو واضح کرتا ہے۔ امانت صرف مالی چیز نہیں؛ منصب اور فیصلہ بھی اپنی مناسبت سے ذمہ داری کا تقاضا کرتے ہیں۔ تاہم اس وسیع اطلاق کو ترجمے کے اصل الفاظ سے الگ تشریح کے درجے میں رکھا جائے۔

اس ربط کی عملی افادیت یہ ہے کہ عقیدہ اور معاشرت کو ایک ہی اخلاقی نظام میں پڑھا جاتا ہے۔ توحید کا اقرار انسانوں کے حقوق سے بے تعلق نہیں رہتا۔ دوسری طرف نساء کو صرف اجتماعی مقابلے کی تیاری کہنا ناکافی ہے؛ اس کی مستقل حقوقی اور خاندانی ہدایات کو ان کی اپنی اہمیت کے ساتھ سمجھنا لازم ہے۔

نساء کے آغاز میں انسانی اصل کی وحدت اور کمزور طبقات کے حقوق کو ساتھ رکھنا بھی اس مطالعے کے لیے اہم ہے۔ اجتماعی نظم تب معتبر بنتا ہے جب اس میں عورت، یتیم اور کمزور حق دار کی حفاظت ہو۔ اس لیے سورت کا تعلق محض طاقت یا انتظام سے نہیں، عدل کے ذریعے تعلقات کی اصلاح سے بھی ہے۔ نیلوی کے عمومی انتظامی زاویے کو اس حقوقی تفصیل کے ساتھ پڑھنے سے اس کی افادیت بڑھتی ہے۔ تحقیق میں ایسے مقامات خصوصاً دکھانے چاہییں جہاں مفسر کا مرکزی تصور آیت کے اخلاقی مطالبے کو روشن کرے۔ اس سے ربط ایک عملی رہنمائی بنتا ہے، محض عنوانات کی ترتیب نہیں رہتا۔

نساء میں عدل کے بیانات کو خاندانی احکام سے الگ سمجھنا بھی مناسب نہیں۔ وراثت، یتیموں کی حفاظت، ازدواجی تعلق اور امانت کے احکام مل کر دکھاتے ہیں کہ اجتماعی نظم کی بنیاد حق دار کو حق پہنچانے میں ہے۔ اس نظم کو صرف اداروں یا انتظامی قوت کا نام دینا سورت کے اخلاقی مطالبے کو محدود کر دیتا ہے۔ نیلوی کی انتظامی تعبیر اس وقت زیادہ جامع بنتی ہے جب اس میں فرد اور کمزور طبقے کی حفاظت بھی واضح ہو۔ یوں ایمان کی اجتماعی صورت طاقت کے بجائے عدل کے معیار سے پہچانی جاتی ہے۔

آل عمران سے نساء کی طرف انتقال کو اس زاویے سے دیکھا جاسکتا ہے کہ جماعت کی دینی استقامت کے ساتھ اس کی داخلی اخلاقی ذمہ داریاں نمایاں ہوتی ہیں۔ اختلاف اور آزمائش کا سامنا کرنے والی جماعت اگر اپنے اندر حق تلفی کرے تو اس کی دعوی کردہ وحدت کمزور ہوگی۔ نساء کے احکام اس داخلی تعمیر کا اہم مواد فراہم کرتے ہیں۔ تاہم یہ تعلق موجودہ مطالعے کی معنوی توضیح ہے؛ اسے دونوں سورتوں کی ترتیب کی واحد قطعی علت نہیں کہا جارہا۔ دوسری معتبر مناسبتیں بھی اپنے قرائن کے ساتھ زیر بحث آسکتی ہیں۔[15]

تدریسی اعتبار سے اس مثال میں عقیدے اور حقوق کے تعلق کو ایک عملی سوال کے ذریعے واضح کیا جاسکتا ہے: دینی وابستگی رکھنے والا شخص کمزور حق دار کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرتا ہے؟ یہ سوال قرآن کے معاشرتی خطاب کو زندگی سے جوڑتا ہے۔ لیکن تحقیق میں عملی مثال اور آیت کے تاریخی سیاق کا فرق برقرار رکھا جائے۔ معاصر صورت اصل حکم کی توضیح ہوسکتی ہے، مگر ہر نئی صورت پر حکم لگانے کے لیے متعلقہ شرائط بھی جاننی ہوں گی۔ اس احتیاط کے ساتھ نیلوی کے ربط سے اخلاقی تربیت اور حقوقی شعور دونوں کے لیے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

---

[13] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۱۲۴، ۱۲۵۔

[14] **القرآن الکریم**، النساء: ۵۸۔

[15] **القرآن الکریم**، النساء: ۲، ۴، ۷–۱۲، ۵۸، ۱۳۵۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

۷۔نساءاور مائدہ میں حکم اور وفائے عہد

نساء کے بعد مائدہ میں احکام، عہد اور التزام کی مناسبت نیلوی کے منتخب روابط میں شامل ہے۔ نساء میں معاشرتی حقوق کی تفصیل ہے اور مائدہ کا افتتاح عہد پورا کرنے کے حکم سے ہوتا ہے۔ اس تعلق کو حقوق کے بیان سے ان کی پابندی کی طرف انتقال کہا جاسکتا ہے، بشرطیکہ یہ تعبیر دونوں سورتوں کے تمام مضامین پر مسلط نہ کی جائے۔[16]

مائدہ میں وفائے عہد، حلال و حرام، عبادت، عدل اور اہل کتاب سے متعلق متعدد ہدایات جمع ہیں۔ نساء کے اختتام پر ہدایت کی وضاحت اور مائدہ کے آغاز پر التزام کا حکم قاری کو علم اور عمل کے باہمی تعلق کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ حکم جاننا اور اس کی پابندی کرنا الگ مراحل ہیں، مگر دینی ذمہ داری میں دونوں لازم ہیں۔

فراہم کردہ مقالے میں مائدہ کے نام سے خیر و برکت کا تعلق بھی ذکر ہوا ہے۔ اس نوع کے ربط میں احتیاط ضروری ہے، کیونکہ سورت کا نام کسی نمایاں واقعے کی شناخت بھی ہو سکتا ہے۔ نام کی لغوی مناسبت کو تائیدی پہلو سمجھنا مناسب ہے؛ اسے ترتیب کی قطعی علت یا سورت کے ہر حکم کا جامع عنوان بنانا مزید شہادت چاہتا ہے۔

اس مناسبت میں عہد کے مفہوم کو بھی اس کے متعلقہ مقامات کے مطابق سمجھنا ہو گا۔ فرد کا وعدہ، مالی معاملہ اور دینی التزام ایک جیسے اطلاق نہیں رکھتے، اگرچہ وفاداری کی قدر مشترک ہے۔ مائدہ کا افتتاح قاری کو پابندی کی طرف متوجہ کرتا ہے، جبکہ اس کے دوسرے احکام اس پابندی کے مختلف دائرے واضح کرتے ہیں۔ نساء کے حقوقی مباحث اس کے لیے ایک اہم پس منظر فراہم کرتے ہیں۔ یوں مشترک اخلاقی قدر اور مختلف قانونی تفصیل کا رشتہ سامنے آتا ہے۔ تدریسی طور پر اس مثال سے طلبہ کو یہ سکھایا جاسکتا ہے کہ ایک جامع اصل بہت سے احکام سے متعلق ہو سکتی ہے، مگر ہر حکم کی الگ شرط بھی محفوظ رہتی ہے۔

عہد اور حقوق کے تعلق میں یہ پہلو بھی اہم ہے کہ انسان کی ذمہ داری صرف دوسرے کے حق کو پہچاننے سے پوری نہیں ہوتی۔ وعدہ، عقد اور التزام اسے عملی پابندی کے دائرے میں لاتے ہیں۔ اس لیے نساء کے حقوقی احکام اور مائدہ کے افتتاح کو ملانے سے علم، اعتراف اور التزام کی ترتیب سامنے آسکتی ہے۔ کسی حق کی نظری قبولیت اور اس کی عملی ادائیگی کے درمیان یہی رشتہ اجتماعی زندگی کو قابل اعتماد بناتا ہے۔ نیلوی کی مناسبت کو اس اصول کے تحت سمجھنا محض ناموں کے تعلق سے زیادہ مضبوط ہے۔

مائدہ میں عدل کے حکم کے ساتھ مخالف کے بارے میں انصاف کی پابندی بھی سامنے آتی ہے۔ اس مقام کو عہد کے عمومی مطالبے کے ساتھ پڑھنے سے واضح ہوتا ہے کہ اخلاقی التزام پسندیدہ تعلقات تک محدود نہیں۔ جماعت یا فرد کی ناراضی بھی انصاف کا معیار بدلنے کا جواز نہیں بنتی۔ نساء میں عدل کی تاکید اور مائدہ میں اس کی دوسری صورتیں ایک مشترک اخلاقی مقصد سے متعلق ہیں۔ تاہم دونوں سورتوں کے خطاب اور متعلقہ احکام الگ رہتے ہیں۔ یہ فرق ربط کو زیادہ واضح کرتا ہے، کیونکہ مشترک اصل کے نئے اطلاق سامنے آتے ہیں۔[17]

سورت کے نام سے خیر و برکت کا جو ربط مقالے میں منقول ہے، اسے اس واضح اخلاقی مناسبت کے ساتھ مساوی درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ نام کے لغوی مفہوم سے بننے والا اشارہ یادداشت میں مدد دے سکتا ہے، مگر حقوق اور عہد کا تعلق متعلقہ آیات کے براہ راست مطالبے سے مضبوط ہوتا ہے۔ اسی لیے مقالے کی مثالوں کی درجہ بندی ضروری ہے۔ نیلوی کی ایک توجیہ مضبوط قرآنی مناسبت کھول سکتی ہے اور دوسری ایک ذوقی پہلو دکھا سکتی ہے۔ دونوں کو الگ بیان کرنے سے علمی انصاف قائم رہتا ہے اور کسی ایک کمزور مثال کی وجہ سے پورے منہج کو رد کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

۸۔مائدہ اور انعام میں تشریع کی نسبت

مائدہ اور انعام کے تعلق میں نیلوی حلال و حرام اور عبادت کی نسبت کو نمایاں کرتے ہیں۔ فراہم کردہ مقالے میں ان روابط کا مرکز یہ سوال ہے کہ دینی تحریم اور تقدیس کا اختیار کس کے پاس ہے۔ مائدہ کے بعض احکام اور انعام میں مشرکانہ تقسیم و تحریم کے مباحث کو ساتھ پڑھنے سے تشریع کی نسبت کا فرق سامنے آتا ہے۔[18]

انعام میں جانوروں اور کھیتی کے متعلق خود ساختہ پابندیوں کی تردید محض خوراک کی بحث نہیں، بلکہ مذہبی اختیار کے غلط دعوے کا محاسبہ بھی ہے۔ اس مناسبت کے ذریعے قانونی حکم اور عقیدے کے درمیان تعلق واضح ہوتا ہے۔ انسان اپنی خواہش یا روایت کو خدائی حکم کا نام دے تو مسئلہ صرف عملی غلطی تک محدود نہیں رہتا۔

---

[16] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۱۷۰، ۲۰۵۔

[17] **القرآن الکریم**، المائدہ: ۱، ۸؛ النساء: ۱۳۵۔

[18] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۲۰۵، ۲۳۳، ۲۳۵۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

البتہ اس ربط کی بنیاد مخصوص آیات ہونی چاہیے۔ ہر معاشرتی رسم کو اسی حکم میں شامل کرنا یا فقہی اختلاف کو مشرکانہ تشریع کے ساتھ برابر رکھنا درست استنباط نہیں۔ نیلوی کے توحیدی زاویے کی قدر کرتے ہوئے آیت کے مخاطب، منع کی نوعیت اور دلیل کے دائرے کو محفوظ رکھنا لازم ہے۔ یوں مناسبت معتبر علمی تجزیہ بنتی ہے۔

تشریع کی نسبت پر غور کرتے ہوئے حکم کی دلیل اور حکم کے بیان میں فرق بھی ضروری ہے۔ کبھی ایک سورت کسی عمل کا حکم بتاتی ہے اور دوسری اس اختیار کی بنیاد واضح کرتی ہے جس سے حکم معتبر بنتا ہے۔ مائدہ اور انعام کو اس زاویے سے پڑھنا مناسبت کی قوت بڑھا سکتا ہے۔ لیکن اس توضیح کی صحت ہر متعلقہ آیت سے جانچی جائے گی۔ کسی فہرست میں مشترک الفاظ کا جمع ہو جانا کافی نہیں؛ مخاطب، مسئلہ اور نتیجہ بھی باہم متعلق ہوں۔ اس اصول سے احکام کی حکمت زیادہ واضح ہوتی ہے اور مضمون کی عمومی مماثلت کو غیر ضروری طور پر قطعی نظم قرار دینے سے احتراز رہتا ہے۔

مائدہ اور انعام کے تقابل میں حلال چیز کو خود ساختہ طور پر حرام قرار دینے کا سوال خاص اہمیت رکھتا ہے۔ مذہبی نسبت کے ساتھ ایسی پابندی اختیار کی جائے جس کی معتبر بنیاد نہ ہو تو عمل کی صورت اور دینی اختیار دونوں زیر بحث آتے ہیں۔ انعام کے متعلقہ مقامات اس غلط نسبت کو نمایاں کرتے ہیں۔ مائدہ کے احکام اس کے مقابل معتبر حکم کی پابندی واضح کرتے ہیں۔ اس طرح دونوں سورتوں کو ایک ہی موضوع کا لفظی اعادہ سمجھنے کے بجائے حکم اور اس کی نسبت کے دو متعلق پہلو سمجھا جا سکتا ہے۔

انعام میں جانوروں اور کھیتی کی تقسیم کے بیانات پڑھتے وقت ان کے تاریخی مذہبی پس منظر کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ ان سے ایک عمومی اخلاقی اصل اخذ ہو سکتی ہے کہ اپنے تصور کو خدائی حکم کا نام نہ دیا جائے۔ لیکن اس اصل کا اطلاق ہر نئی معاشرتی صورت پر یکساں طریقے سے نہیں ہو گا۔ فقہی احتیاط، شخصی پرہیز اور مذہبی تشریع کے دعوے الگ چیزیں ہیں۔ نیلوی کی توجیہ کو معتبر بنانے کے لیے یہی فرق محفوظ رہنا چاہیے۔ اس سے توحیدی استدلال مضبوط رہتا ہے اور متعلقہ احکام غیر ضروری تعمیم سے بچ جاتے ہیں۔[19]

اس مثال میں ربط کی نوعیت مشترک قانونی الفاظ کے استعمال سے زیادہ گہری ہے۔ ایک مقام حکم پر عمل کی تاکید کرتا ہے، دوسرا غلط حکم کی مذہبی نسبت کا محاسبہ کرتا ہے۔ یوں عمل اور اختیار کا تعلق سامنے آتا ہے۔ یہی تعلق تدریس میں ایک مفید علمی سوال پیدا کرتا ہے: کسی مذہبی دعوے کی دلیل کیا ہے؟ اس سوال کے جواب میں محض روایت یا مقبولیت کافی نہیں، معتبر نص اور مناسب استدلال درکار ہے۔ نیلوی کے نظائر کو اس پہلو کے ساتھ پڑھنے سے ان کی اصلاحی خدمت زیادہ واضح ہو سکتی ہے، بشرطیکہ مخصوص اختلافات کی تفصیل کو الگ مقام دیا جائے۔

۹۔ انعام اور اعراف میں دلیل سے تاریخی شہادت تک

انعام اور اعراف کے درمیان نیلوی متعدد روابط بیان کرتے ہیں۔ ان میں توحید کے دلائل، انبیاء کی دعوت، خود ساختہ تحریموں کی تردید اور دعوت کے مقابل ردعمل نمایاں ہیں۔ ایک مفید معنوی ترتیب یہ ہے کہ عقلی و کائناتی دلیل کے بعد تاریخی شہادت سامنے آتی ہے۔ انعام میں ربوبیت اور ابراہیمی استدلال کو پڑھ کر اعراف کے انبیائی قصص دیکھنے سے دعوت کی مسلسل تاریخ واضح ہوتی ہے۔[20]

اعراف کے قصص محض سابق قوموں کی خبریں نہیں؛ ہر واقعہ دعوت، ردعمل اور انجام کے تعلق کو سامنے لاتا ہے۔ اسی طرح لباس اور زینت کے مباحث عبادت کے نام پر اختیار کردہ غلط رسوم کا محاسبہ کرتے ہیں۔ اس مقام پر مضمون کی تکرار اس کی نئی تطبیق کے ساتھ سامنے آتی ہے۔

مقالے میں بعض روابط ناموں کی معنوی توجیہ سے بھی قائم کیے گئے ہیں۔ ان کو تاریخی و متنی شہادت والے روابط کے مساوی نہیں رکھا جا سکتا۔ انعام اور اعراف کے مضبوط تعلق وہ ہیں جو آیات کے مشترک سوال اور مختلف طریق استدلال سے بنتے ہیں۔ اس تفریق سے کلام کی پیش رفت دکھائی دیتی ہے اور محض لفظی مناسبت پر اعتماد کم ہوتا ہے۔

انبیائی قصص کے تقابل میں ترتیب واقعہ سے زیادہ ترتیب استدلال پر توجہ مفید ہے۔ کسی مقام پر واقعہ مختصر ہو کر ایک دلیل بنتا ہے، دوسرے مقام پر تفصیل کے ساتھ کردار اور ردعمل کی تصویر پیش کرتا ہے۔ انعام اور اعراف کی مثالیں اس فرق کو سمجھنے کا موقع دیتی ہیں۔ اس طرح تکرار کا سوال بھی واضح ہوتا ہے: ایک ہی دعوت کا ذکر

---

[19] **القرآن الکریم**، المائدہ: ۸۷–۸۸؛ الانعام: ۱۳۶–۱۴۵، ۱۵۰۔

[20] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۲۳۶، ۲۷۰۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

مختلف مخاطبین اور مختلف تربیتی ضرورتوں کے لیے ہو سکتا ہے۔ نیلوی کے ربط کو جانچتے وقت ہر قصے کی مخصوص غرض سامنے رکھی جائے۔ اس سے توحیدی وحدت اور تاریخی تنوع دونوں محفوظ رہتے ہیں، اور قصص کو صرف ایک ہی مضمون کی مسلسل تکرار سمجھنے کی غلطی نہیں ہوتی۔

انعام میں ابراہیمی استدلال اور اعراف میں متعدد انبیاء کے قصص کا تقابل دلیل کی مختلف صورتوں کو سامنے لاتا ہے۔ کائنات کے مشاہدے سے خالق کی پہچان ایک جہت ہے؛ سابق قوموں کی تاریخ سے دعوت کے نتائج سمجھنا دوسری جہت۔ دونوں میں مشترک دینی مقصد ہو سکتا ہے، مگر ان کا طریق استدلال مختلف ہے۔ اس اختلاف کو واضح کرنا نظم کی توضیح کا حصہ ہونا چاہیے۔ اگر دونوں کو صرف توحید کا ذکر کہہ دیا جائے تو یہ فرق اوجھل ہو جاتا ہے، جو دراصل قاری کے فہم کو گہرائی دیتا ہے۔

اعراف میں دعوت کے مقابل جواب، قومی رویہ اور انجام کے بیانات ایک مسلسل تربیتی ترتیب بناتے ہیں۔ اس ترتیب کو انعام کے دلائل کے ساتھ پڑھنے سے عقلی دلیل اور تاریخی تجربے کی مناسبت سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ تاہم ہر قصے کی اپنی خاص غرض بھی باقی ہے۔ کسی مقام میں معاشی فساد نمایاں ہوتا ہے، کسی میں اخلاقی انحراف اور کسی میں حق کے مقابل تکبر۔ یہ تمام پہلو توحیدی دعوت سے متعلق ہیں، مگر انہیں ایک ہی عملی صورت میں محدود نہیں کیا جا سکتا۔[21]

اس تقابل کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ مکرر انبیائی ذکر کو غیر ضروری تکرار نہیں کہا جا سکتا۔ ایک ہی دعوت مختلف انسانی خرابیوں کے مقابل پیش ہوتی ہے تو اس کے نئے پہلو کھلتے ہیں۔ نیلوی کے ربط کو جانچنے میں یہ دیکھا جائے کہ وہ اس تنوع کو کس حد تک ظاہر کرتے ہیں۔ اگر ایک جامع توحیدی عنوان مختلف قصص کے الگ مطالبات کو بھی واضح کرے تو اس کی قوت بڑھتی ہے۔ اگر عنوان کے تحت سب واقعات ایک ہی جملے میں سمٹ جائیں تو ان کے مخصوص اسباق کی مزید توضیح ضروری ہو گی۔ اس اصول سے نظم اور قصصی تفسیر کا باہمی تعلق زیادہ متوازن ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ دعوت کی آزمائش اور انفال میں اجتماعی ذمہ داری

اعراف اور انفال کا ربط نیلوی کے ہاں دعوت توحید کے مقابل مزاحمت اور اس کے بعد اجتماعی احکام کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ اعراف میں سابق انبیاء کے واقعات صبر، ایمان اور انجام کے پہلو واضح کرتے ہیں۔ انفال میں ایک مخصوص تاریخی صورت میں جماعت کی نظم پذیری، اطاعت اور مالی معاملات کی ہدایات سامنے آتی ہیں۔[22]

اس تعلق کا اہم پہلو یہ ہے کہ دینی مقصد اجتماعی نظم سے الگ نہیں رہتا۔ اختلاف، نزاع اور مفاد پرستی جماعت کے اخلاقی استحکام کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ انفال کے ابتدائی احکام اس لیے صرف مال کی تقسیم نہیں، بلکہ تعلقات کی اصلاح اور اطاعت کی تربیت بھی ہیں۔

تاہم یہ مناسبت ہر زمانے میں غیر متعین تصادم کی دعوت نہیں بنتی۔ آیات کے تاریخی مخاطب اور متعلقہ شرعی شرائط کا لحاظ ضروری ہے۔ علمی مقالے میں نظم کی توضیح اور عملی قانونی حکم کی تعیین الگ کام ہیں۔ اس احتیاط کے ساتھ اعراف سے انفال کا تعلق دعوت، آزمائش اور ذمہ داری کی معنوی پیش رفت دکھاتا ہے۔ اس سے ایمان کی تربیت کو قانون اور اخلاق کے مشترک دائرے میں پڑھنے کی راہ ملتی ہے۔

انفال کے مالی احکام یہ بھی دکھاتے ہیں کہ اجتماعی کامیابی کے بعد اخلاقی امتحان ختم نہیں ہوتا۔ مفاد کی تقسیم، اطاعت اور نزاع کے مسائل کامیابی کے اندر نئی ذمہ داریاں پیدا کرتے ہیں۔ اعراف میں دعوت کے مقابل ردعمل اور انفال میں جماعت کی داخلی اصلاح کا تقابل اسی لیے معنی خیز ہے۔ تاہم یہ موجودہ مطالعے کی توضیحی جہت ہے، پوری سورت کی قطعی تقسیم نہیں۔ اس سے ایک مفید اصول سامنے آتا ہے کہ نظم کبھی بیرونی حالات اور داخلی کردار کے تعلق کو واضح کرتا ہے۔ درس میں یہ پہلو دکھایا جائے تو طلبہ اجتماعی موضوعات کو صرف تاریخی خبر کے بجائے اخلاقی ذمہ داری کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

دعوت کے مقابل مزاحمت اور اجتماعی ذمہ داری کا تعلق سمجھنے میں انفال کے داخلی اخلاقی احکام اہم ہیں۔ اس سورت میں ایمان کی علامات کے ساتھ مال، اطاعت اور اختلاف کے مسائل بھی آتے ہیں۔ ان کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ جماعت کی مضبوطی صرف خارجی کامیابی کا نام نہیں۔ اعتماد، انصاف اور باہمی تعلقات کی درستی بھی اس کی بنیاد ہیں۔ اعراف میں سابق قوموں کی دعوتی تاریخ اور انفال میں موجود جماعت کی ذمہ داری کو ساتھ پڑھنے سے یہ پہلو زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔

---

[21] **القرآن الکریم**، الانعام: ۷۴–۸۳؛ الاعراف: ۵۹–۹۳۔

[22] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۲۳۵، ۲۷۰۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

مال کی تقسیم کے سوال میں ذاتی ترجیح اور دینی ضابطے کا فرق بھی قابل توجہ ہے۔ اجتماعی مقصد کے نام پر حاصل ہونے والا مال اگر صرف شخصی مفاد کی بنیاد پر تقسیم ہو تو اخلاقی مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے انفال کا آغاز تعلقات کی اصلاح اور اطاعت کے ساتھ معنی خیز ہے۔ نیلوی کے بیان کردہ ربط میں اس داخلی اصلاح کو نمایاں کرنا ضروری ہے، ورنہ مناسبت صرف مزاحمت اور مقابلے کے عنوان تک محدود رہ سکتی ہے۔ یہ محدود تعبیر سورت کے تربیتی مواد کا پورا احاطہ نہیں کرتی۔[23]

اس مقام سے معاصر اطلاق کرتے وقت تحقیقی احتیاط دوہری ہونی چاہیے۔ ایک طرف اخلاقی اصول کو واضح کیا جائے، دوسری طرف مخصوص تاریخی و قانونی حکم کی حدود محفوظ رہیں۔ کسی ادارے میں مال کی امانت یا اجتماعی کام میں اختلاف کا معاملہ ایک اخلاقی مثال ہو سکتا ہے، مگر اسے قرآنی واقعے کے تمام احکام کے ساتھ برابر نہیں رکھا جاسکتا۔ اسی طرح دینی جدوجہد کے مختلف ذرائع کا حکم متعلقہ شرعی اصولوں سے معلوم ہو گا۔ نظم کا مطالعہ ان تعلقات کی سمجھ میں مدد دیتا ہے، مگر قانونی تعیین کے مستقل کام کا بدل نہیں بنتا۔

۱۱۔ نحل اور بنی اسرائیل میں قدرت اور وحی کی مناسبت

فراہم کردہ مقالے میں نیلوی کے دیگر نظائر میں نحل اور بنی اسرائیل کا تعلق بھی ذکر ہوا ہے۔ اس مثال میں مخلوقات کے اندر قدرت کی نشانی اور انسانی رہنمائی کے لیے وحی کا سوال ایک دوسرے سے متعلق ہوتے ہیں۔ نحل میں شہد کی مکھی کے عمل کا بیان قاری کو رب کی تدبیر کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ بنی اسرائیل کے افتتاح میں اسراء کا واقعہ اور بعد کے مباحث میں انسانی جواب دہی و ہدایت سامنے آتی ہے۔ اس مناسبت کو سمجھتے وقت دونوں مقامات میں وحی یا الہام کی نوعیت یکساں نہیں کہی جاسکتی۔ مشترک بنیاد قدرت اور ربانی تدبیر ہے، جبکہ متعلقہ مخلوق، مقصد اور خطاب الگ ہیں۔[24]

اس مثال کی علمی خوبی یہ ہے کہ مفسر ایک سورت میں کائناتی نشانی اور دوسری میں انسانی ہدایت کے درمیان تعلق تلاش کرتا ہے۔ تاہم یہ تعلق اس وقت زیادہ مضبوط ہو گا جب صرف مشترک لفظ کے بجائے مضمون کی پیش رفت واضح ہو۔ شہد کی مکھی کا عمل انسان کے لیے ایک مشاہدہ ہے، جبکہ انسانی ہدایت اخلاقی ذمہ داری کا تقاضا کرتی ہے۔ اس لیے مناسبت کو تدبیر کائنات سے تدبیر ہدایت کی طرف توجہ کا زاویہ سمجھا جاسکتا ہے۔ یہ موجودہ مطالعے کی تحلیلی تعبیر ہے، ترتیب کی واحد قطعی حکمت کا دعویٰ نہیں۔[25]

نحل اور بنی اسرائیل کے موضوعات کو ساتھ پڑھنے میں نعمت اور ذمہ داری کی نسبت بھی سامنے آسکتی ہے۔ انسان کائنات سے فائدہ اٹھاتا ہے، مگر اس فائدے کے ساتھ صحیح ہدایت کی ضرورت ختم نہیں ہوتی۔ جسمانی منفعت اور اخلاقی رہنمائی الگ حاجتیں ہیں، جو ایک ہی رب کی تدبیر سے متعلق ہیں۔ اس زاویے سے دونوں سورتوں کا تعلق توحیدی موضوع کی ایک نئی جہت کھولتا ہے۔ البتہ مخصوص آیات کے مفہوم سے آگے جو عملی نتائج نکالے جائیں، انہیں تشریح کے درجے میں رکھنا چاہیے۔ اس احتیاط سے مناسبت ایک مفید علمی توضیح بنتی ہے۔

اس مثال میں یہ سوال بھی اہم ہے کہ کیا دونوں سورتوں کے پورے مضامین اس ربط سے سمجھے جاسکتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ ایک مناسبت پورے متن کا بدل نہیں۔ بنی اسرائیل میں والدین کے حقوق، مالی رویے، اخلاق اور جواب دہی کے دوسرے مباحث بھی ہیں۔ ان سب کی اپنی ترتیب اور دلیل موجود ہے۔ اگر ربط قدرت و وحی کی سطح پر مفید ہو تو اس سے دوسرے مقامات کی ضرورت ختم نہیں ہوتی۔ یہی اصول نیلوی کے تمام بڑے توحیدی روابط پر نافذ ہو گا۔

تدریسی استعمال میں اس نظیر کو محدود مگر واضح انداز میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ پہلے دونوں متعلق مقامات کا بنیادی مفہوم پڑھا جائے، پھر مشترک سوال شناخت کیا جائے اور آخر میں اسلوب و مقصد کا فرق بتایا جائے۔ اس سے طلبہ سمجھتے ہیں کہ ربط ہمیشہ دو یکساں بیانات کا نام نہیں؛ مختلف نوع کے مقامات ایک وسیع دینی مقصد کے تحت متعلق ہو سکتے ہیں۔ اسی وقت انہیں یہ احتیاط بھی سکھائی جائے کہ مشترک بنیاد سے تمام جزوی احکام یا واقعات کی یکسانیت ثابت نہیں ہوتی۔

---

[23] **القرآن الکریم**، الانفال: ۱–۴، ۴۶۔

[24] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۴۰۲، ۴۱۹۔

[25] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۴۰۲، ۴۱۹؛ **القرآن الکریم**، النحل: ۶۸–۶۹؛ الاسراء: ۱، ۹۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

۱۲۔ کہف اور مریم میں غیر معمولی واقعات کی تعبیر

مقالے میں کہف اور مریم کے تعلق کی جو مثال منقول ہے، اس میں انبیاء اور برگزیدہ افراد کے متعلق بعض مذہبی تصورات کا سوال مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ نیلوی کے نزدیک کہف اور مریم کے بیانات توحید کے بارے میں اٹھنے والے مختلف شبہات کی توضیح سے متعلق ہیں۔ مریم میں زکریا علیہ السلام، مریم اور عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات، ابراہیم علیہ السلام کے خطاب اور دوسرے انبیاء کا ذکر اسی دینی مقصد کے تحت پڑھا گیا ہے۔ موجودہ مطالعے میں اس نسبت کو مفسر کی مخصوص توحیدی تعبیر سمجھا گیا ہے، نہ کہ ان تمام قصص کی واحد ممکن توضیح۔[26]

زکریا علیہ السلام کی دعا اور اولاد کی بشارت سے رب کی قدرت اور بندے کی حاجت واضح ہوتی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی غیر معمولی ولادت اور ان کے مقام کا بیان بھی انسانی تعجب کو الٰہی قدرت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ ان واقعات کو پڑھتے ہوئے سبب کی غیر معمولی صورت اور مستقل ذاتی اختیار میں فرق ضروری ہے۔ کسی نبی کے ساتھ غیر معمولی امر کا وقوع اور اس کے لیے خدائی اختیار کا دعویٰ ایک ہی چیز نہیں۔ یہی فرق توحیدی تجزیے کو زیادہ دقیق بناتا ہے۔[27]

فراہم کردہ مقالہ ان واقعات کے حوالے سے نیلوی کے اصلاحی موقف کی تفصیل دیتا ہے۔ تحقیق کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی مذہبی ترجیح کو درست نسبت کے ساتھ پیش کیا جائے اور اس سے حاصل ہونے والے مشترک اصول کو الگ رکھا جائے۔ مشترک اصل یہ ہے کہ خدا کی قدرت، عطا اور بندے کے مقام میں فرق محفوظ رہے۔ کسی اختلافی مذہبی مسئلے کا مکمل فیصلہ اس مضمون کی محدود مثال سے نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے متعلقہ قرآنی مقامات، صحیح روایات اور اہل علم کے استدلال کا الگ مطالعہ لازم ہو گا۔

اس ربط کی ایک قوت قصصی تنوع کو ایک دینی سوال کے ساتھ جوڑنا ہے۔ لیکن اس کی حد یہ ہے کہ ہر قصے کی مخصوص تربیتی غرض بھی قائم رہے۔ زکریا علیہ السلام کی دعا میں امید، مریم کے بیان میں پاکیزگی اور آزمائش، اور ابراہیمی خطاب میں دعوت و اخلاق کے پہلو نمایاں ہیں۔ ان سب کو صرف ایک شبہے کے جواب میں محدود کرنا متن کے دوسرے مطالبات کم نمایاں کر سکتا ہے۔ بہتر توضیح مشترک توحیدی مقصد اور ہر قصے کی الگ تربیتی جہت دونوں کو ساتھ دکھائے گی۔

کہف اور مریم کی مثال اس لیے بھی اہم ہے کہ یہاں ربط فوری لفظی مماثلت کے بجائے واقعات کی دینی تعبیر سے قائم ہوتا ہے۔ اس نوع کی مناسبت میں مفسر کا اجتہادی حصہ زیادہ نمایاں رہتا ہے۔ اسے قبول کرنے کے لیے واقعات کے اصل مفہوم اور سورتوں کے وسیع سیاق کی تائید دیکھی جائے۔ اگر تعلق مفید ہو تو اسے ایک توضیحی زاویہ سمجھا جا سکتا ہے، لیکن دیگر معتبر جہات کے لیے بھی جگہ باقی رہے گی۔ یہی احتیاط قصص کے مربوط مطالعے کو زیادہ متوازن بناتی ہے۔

۱۳۔ چار موضوعی حصوں میں مقامی روابط کی جگہ

نیلوی کے منتخب نظائر ان کے مجموعی قرآنی نقشے سے بھی متعلق ہیں۔ فراہم کردہ مقالے میں ان کے ہاں چار بڑے موضوعی حصوں کا ذکر ہے: خلق، ربوبیت، تبارک اور معاد۔ پہلے حصے کو فاتحہ سے مائدہ، دوسرے کو انعام سے بنی اسرائیل، تیسرے کو کہف سے احزاب اور چوتھے کو سبا سے آخر قرآن تک بیان کیا گیا ہے۔ یہ تقسیم ان کے توحیدی فہم کی وسیع صورت دکھاتی ہے۔ مقامی روابط اس بڑے نقشے کے اندر آتے ہیں، لیکن ہر مقامی توجیہ کی صحت الگ جانچ کی محتاج رہتی ہے۔[28]

خلق اور ربوبیت کے عنوانات کو الگ کرتے وقت یہ سمجھنا چاہیے کہ تخلیق اور پرورش ایک دوسرے سے متعلق مگر یکساں پہلو نہیں۔ اسی طرح تبارک اور معاد کے تحت نعمت، اختیار اور جواب دہی کی مختلف جہات سامنے آتی ہیں۔ اس تقسیم کا فائدہ قرآن کے متنوع موضوعات کو چند بڑے دینی مقاصد سے جوڑنا ہو سکتا ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر حصے میں صرف اسی عنوان کا ذکر ہے۔ قرآن کے مشترک مضامین مختلف مقامات میں مختلف طریقوں سے آتے ہیں؛ عنوان غالب زاویہ ہو سکتا ہے، تمام مواد کا انحصاری بدل نہیں۔[29]

---

[26] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۴۱۹، ۴۳۳، ۴۴۲۔

[27] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۴۳۳، ۴۴۲؛ **القرآن الکریم**، مریم: ۲–۱۵، ۱۶–۳۶۔

[28] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۳۔

[29] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۳۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

اس بڑے نقشے کی جانچ میں دو سطحیں الگ رہنی چاہییں۔ پہلی یہ کہ حصے کے اندر سورتوں کے مضامین باہم کس طرح متعلق ہیں۔ دوسری یہ کہ ایک حصے سے دوسرے کی طرف انتقال کی دلیل کیا ہے۔ اگر صرف چار عنوانات پیش ہوں تو ایک مفید موضوعاتی تقسیم حاصل ہو سکتی ہے، مگر مکمل ساخت کی توضیح ابھی باقی ہو گی۔ اس لیے نیلوی کے مقامی نظائر کو بڑے نقشے کی تائید میں استعمال کرتے وقت واضح کیا جائے کہ وہ کس سطح کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ ایک قوی مقامی ربط پوری تقسیم کی قطعی صحت ثابت نہیں کرتا۔

فراہم کردہ مقالے میں سندیلوی کے ہاں بھی چار حصوں کا ذکر آتا ہے۔ اس اشتراک سے یہ امکان پیدا ہوتا ہے کہ دونوں کے مجموعی مقاصد قریب ہوں، جبکہ تفصیلی مناسبتیں مختلف رہیں۔ موجودہ مضمون بنیادی طور پر نیلوی کے نظائر کا مطالعہ ہے، اس لیے یہاں یہ تقابل صرف پس منظر فراہم کرتا ہے۔ دونوں کی مکمل تقسیم اور ہر حصے کی حدود کا مستقل موازنہ الگ تحقیق چاہتا ہے۔ اس حد کے ساتھ بڑے نقشے کا ذکر مقامی مثالوں کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

مجموعی نتیجہ یہ ہے کہ نیلوی کے ہاں نظم کی توضیح کئی سطحوں میں کام کرتی ہے: ترجمے کے اندر آیات کا تعلق، مسلسل سورتوں کی مناسبت اور پورے قرآن کا موضوعی نقشہ۔ ان سطحوں کو الگ کرنے سے ان کی علمی خدمت زیادہ واضح ہوتی ہے۔ مسلسل عبارت کی خوبی، مقامی تعلق کی قوت اور بڑی تقسیم کی افادیت الگ معیار رکھتے ہیں۔ اسی امتیاز کے ساتھ ان کے نظائر سے استفادہ زیادہ معتبر ہو گا۔ تحقیق میں ہر سطح کے لیے اس کے مناسب قرائن اور نتائج کی حد بیان کرنا ضروری ہے۔

۱۴۔ تفسیری ترجمے میں اضافے اور اصل متن کا امتیاز

تبیین القرآن کا ایک نمایاں وصف، فراہم کردہ مقالے کے مطابق، ترجمے کے اندر ربط کی توضیح ہے۔ اس سے قاری کو بعض مقدر تعلقات، خطاب کے رخ اور استدلال کی پیش رفت سمجھنے میں سہولت ملتی ہے۔ مگر اسی سہولت کے ساتھ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآنی الفاظ کا ترجمہ کہاں مکمل ہوتا ہے اور مفسر کی تشریح کہاں شروع ہوتی ہے۔[30]

نیلوی کے بیان میں عقیدے کی وضاحت اور اعتراض کے جواب کو ترجمے میں سمو دینے کا رجحان ملتا ہے۔ اس صورت میں مسلسل عبارت رواں تو رہتی ہے، لیکن عام قاری اضافی توضیح کو اصل متن کا لفظی مفہوم سمجھ سکتا ہے۔ یہ اعتراض تفسیری ترجمے کی نفی نہیں، اس کی پیش کش میں شفافیت کا تقاضا ہے۔

مناسب طریقہ یہ ہے کہ مختصر ترجمہ اور تشریح بصری یا لفظی امتیاز کے ساتھ دیے جائیں۔ اگر توضیح ترجمے میں شامل ہو تو مقدمے میں اس کی نوعیت واضح کی جائے۔ ربط کے الفاظ، محذوف عبارت کی تقدیر اور اختلافی ترجیح کو الگ شناخت دینا تحقیق اور تدریس دونوں میں مفید ہے۔ اس سے قارئین مفہوم سمجھتے ہوئے تفسیر کی اجتہادی حیثیت بھی پہچانتے ہیں۔

ترجمے کی تحقیق میں لفظی صحت اور ابلاغی مناسبت کو الگ پیمانوں پر دیکھنا چاہیے۔ بعض اوقات بہت رواں جملہ اصل کے متعدد احتمالات میں سے صرف ایک کو نمایاں کرتا ہے۔ اس لیے مترجم کی توضیح کا فائدہ تسلیم کرتے ہوئے اس ترجیح کی دلیل بھی پوچھی جائے۔ خاص طور پر اختلافی مذہبی تعبیر ترجمے میں آئے تو قاری کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ توضیح ہے۔ علمی اشاعت میں مختصر حاشیہ اس مقصد کو پورا کر سکتا ہے۔ اس سے مترجم کا اختیار چھپتا نہیں اور قاری کو دوسرے معتبر اقوال سمجھنے کا راستہ بھی ملتا ہے۔ ایسی شفافیت **تبیین القرآن** جیسے توضیحی کام کے مطالعے کو زیادہ مضبوط بناتی ہے۔

تفسیری ترجمے میں محذوف عبارت کی تقدیر ایک اہم عملی سوال ہے۔ عربی کلام میں بعض باتیں سیاق سے سمجھی جاتی ہیں، جبکہ دوسری زبان میں انہیں کھولنا پڑ سکتا ہے۔ اس لیے ہر تشریحی اضافہ غیر ضروری نہیں۔ مسئلہ اس اضافے کی بنیاد اور درجے کا ہے۔ اگر وہ واضح قرینے کو قابل فہم بناتا ہے تو ترجمے کی خدمت ہے۔ اگر وہ متعدد احتمالات میں سے ایک اختلافی ترجیح کو اصل معنی کی حیثیت دے تو اس کی شناخت الگ ہونی چاہیے۔ نیلوی کی مسلسل پیش کش کو اسی معیار سے جانچنا مناسب ہے۔

مقالے میں ہدایت کی دعا کے ترجمے کو استقامت کے پہلو سے سمجھانے کی مثال ملتی ہے۔ یہ توضیح ایک اہم معنوی پہلو دکھاتی ہے، کیونکہ ہدایت یافتہ شخص بھی ثبات اور مزید رہنمائی کا محتاج ہو سکتا ہے۔ لیکن اس سے ہدایت کے دوسرے متعلق پہلو ختم نہیں ہو جاتے۔ طلب ہدایت کو صرف پہلی مرتبہ راستہ ملنے کی درخواست سمجھنا بھی محدود ہے، اور صرف ثبات میں منحصر کرنا بھی مزید بحث چاہتا ہے۔ بہتر تدریسی بیان میں حصول، اضافہ اور استقامت کی نسبت الگ واضح کی جائے۔[31]

---

[30] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۲، ۱۵، ۲۲۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

ترجمے میں اعتراض کے جواب کی شمولیت بھی اسی اصول سے جانچی جائے۔ جواب مفید تب ہو گا جب وہ اصل دلالت کو روشن کرے۔ اگر عبارت صرف اعتراض سے بچنے کے لیے ایسے معنی پر قائم ہو جو سیاق سے کمزور ہو تو ابلاغ کی آسانی تحقیق کی صحت نہیں بن سکتی۔ اس لیے ہر اہم توضیح کے ساتھ اس کے قرینے کی شناخت ضروری ہے۔ نیلوی کا ترجمہ قاری کے سوالات کو اہمیت دینے کی مثال فراہم کرتا ہے۔ اس خدمت کو زیادہ مؤثر بنانے کے لیے ترجمے، حاشیے اور اختلافی ترجیح کی حد واضح کرنا اس کے علمی مطالعے کی تکمیل ہے، اس کی نفی نہیں۔

۱۵۔ نظائر کے استعمال میں ترجمہ اور استدلال کی الگ ذمہ داریاں

نظائر کی پیش کش میں توضیحی ترجمے اور تحقیقی استدلال کو الگ پہچان دینا ضروری ہے۔ توضیحی ترجمہ قاری کو آیت کے مفہوم اور مفسر کی منتخب مناسبت ایک ہی عبارت میں دکھا سکتا ہے، لیکن تحقیقی تحریر کو یہ بھی بتانا ہوتا ہے کہ عبارت کا کون سا حصہ اصل متن کا مفہوم ہے اور کون سا حصہ اس مفہوم کو سابقہ یا اگلے مضمون سے ملانے کی توضیح۔ اگر یہ فرق واضح نہ ہو تو قاری مفسر کی تشریح کو خود آیت کی لفظی صراحت سمجھ سکتا ہے۔ اس مضمون کے نظائر میں جہاں ربط کی توضیح کی گئی ہے، اسے متعین قرآنی مقام کے ساتھ پڑھنا اسی لیے اہم ہے۔[32]

اس فرق کی ایک عملی صورت یہ ہے کہ مفسر کے استعمال کردہ ربط کے الفاظ کو پہلے شناخت کیا جائے۔ پھر دیکھا جائے کہ ان الفاظ کے پیچھے آیت کا کون سا مفہوم کام کر رہا ہے۔ اس کے بعد یہ جانچا جائے کہ قریب کی آیات اس تعلق کو تقویت دیتی ہیں یا اس کی نئی حد متعین کرتی ہیں۔ یہ عمل ترجمے کی رواں عبارت کو توڑنے کے لیے نہیں بلکہ اس کے اندر موجود علمی فیصلے کو سمجھنے کے لیے ہے۔ مسلسل عبارت اپنے قاری کو سہولت فراہم کرتی ہے؛ اس سہولت کی تحقیقی جانچ کے لیے اجزا کی الگ قرأت ضروری رہتی ہے۔

قاری کی توجہ صرف ان مقامات پر نہیں ہونی چاہیے جہاں مفسر ربط کو صراحت سے بیان کرتا ہے۔ کبھی مسلسل توضیح میں ربط ایک انتخاب کے طور پر موجود ہوتا ہے، مثلاً کسی ضمیر کا مرجع، خطاب کا مخاطب یا ایک جملے کی سابقہ مضمون سے نسبت۔ ایسے انتخاب کی جانچ میں زبان، قریب کے سیاق اور ممکن متبادل مفہوم کو دیکھنا ہو گا۔ ہر انتخاب یکساں درجے کی قطعیت نہیں رکھتا۔ کوئی مرجع صریح ہو سکتا ہے اور کوئی قرینے سے متعین ہو گا۔ اس تفاوت کو تسلیم کرنے سے توضیح کی علمی حیثیت زیادہ صاف ہوتی ہے۔

اس مطالعے کے نتائج کو تدریس میں استعمال کرتے ہوئے بھی یہی ترتیب مفید ہے۔ پہلے متعلقہ آیات پڑھی جائیں، پھر مفسر کی توضیح کا خلاصہ دیا جائے، اور آخر میں نسبت کے قرائن پر گفتگو ہو۔ اگر آغاز ہی میں مرکزی عنوان کو حتمی جواب کے طور پر پیش کر دیا جائے تو طالب علم قرآنی متن میں صرف موافق الفاظ تلاش کرے گا۔ اس کے برعکس متن سے سوال اور سوال سے توضیح کی طرف جانے سے وہ مختلف درجوں کے تعلق کو پہچان سکتا ہے۔ یوں نظائر صرف حفظ کرنے کی فہرست کے بجائے فہم کے وسائل بنتے ہیں۔

نیلوی کے نظائر کی افادیت اس طریقے سے زیادہ متوازن طور پر سامنے آتی ہے۔ وہ قرآنی ہدایت کو مربوط انداز میں پڑھنے کی کوشش دکھاتے ہیں، لیکن ہر مثال کا علمی فائدہ اس کے مخصوص متن اور استدلال سے وابستہ ہے۔ جہاں مضمون واضح ہے وہاں وضاحت قبول کی جا سکتی ہے، اور جہاں کئی تعبیری امکانات ہیں وہاں مزید تحقیق کی گنجائش برقرار رہتی ہے۔ اس طرح ان نظائر سے استفادہ کرنے والا قاری توضیح کی سہولت کے ساتھ دلیل کی ذمہ داری بھی قبول کرتا ہے۔

---

[31] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۲، ۱۵؛ **القرآن الکریم**، الفاتحہ: ۶۔

[32] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۵، ۴۲، ۲۲۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

۱۶۔ نظائر کی قدر پیمائی اور تدریسی استفادہ

منتخب نظائر میں فاتحہ اور بقرہ کا دعا و ہدایت کا تعلق، عبادت اور ربوبیت کی مناسبت، اور حقوق سے التزام کی پیش رفت نسبتاً واضح معنوی بنیاد رکھتے ہیں۔ سورتوں کے ناموں سے نکالے گئے بعض روابط یا ایک عمومی مضمون سے پوری سورت کی تشکیل سمجھنے کی کوشش زیادہ احتیاط چاہتی ہے۔ اس لیے نتیجہ ہر ربط کی یکساں صحت یا یکساں کمزوری نہیں، بلکہ درجات کا فرق ہے۔[33]

تدریسی استعمال میں پہلے دونوں مقامات کا اصل متن پڑھایا جائے، پھر مشترک سوال شناخت کیا جائے، اور آخر میں یہ دیکھا جائے کہ دوسرا مقام پہلے مضمون کو کس طرح بڑھاتا ہے۔ طلبہ کو متبادل مناسبت تجویز کرنے کا موقع بھی دیا جائے، مگر ہر تجویز کے ساتھ متنی دلیل طلب کی جائے۔

یہ طریقہ حافظے میں موضوعات کی ترتیب پیدا کرتا ہے اور بے سیاق استدلال سے بچاتا ہے۔ نیلوی کی تفسیر اس عمل کے لیے مفید مثالیں دیتی ہے، لیکن اسے تنہا فیصلہ کن معیار بنانا ضروری نہیں۔ اس کے نظائر کو دوسری تفاسیر، عربی دلالت اور قرآنی سیاق کے ساتھ پڑھنے سے علمی فائدہ زیادہ متوازن ہوتا ہے۔ یہی موجودہ تجزیے کا عملی حاصل ہے۔

اس جانچ کے لیے ہر مثال کا مختصر تحقیقی ریکارڈ بھی مفید ہو سکتا ہے۔ اس میں اصل قرآنی مقام، مفسر کی نسبت، نوع مناسبت اور نتیجے کا درجہ لکھا جائے۔ اگر دوسری معتبر تفسیر مختلف تعلق دکھاتی ہو تو اس کا ذکر دلیل کے ساتھ کیا جائے۔ یہ طریقہ مواد کو محفوظ کرنے سے زیادہ استدلال کو واضح کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس سے قارئین پہچان سکتے ہیں کہ کون سا ربط قریب کے متن سے ثابت ہے اور کون سا وسیع موضوعی استنباط ہے۔ نیلوی کے منتخب نظائر کی علمی افادیت اسی امتیاز کے ساتھ بڑھتی ہے، کیونکہ ان کا مسلسل بیان پھر قابل جانچ تحقیقی مواد میں بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔

نظائر کی مجموعی جانچ میں تین الگ نتائج محفوظ رکھے جائیں۔ پہلا یہ کہ بعض مناسبتیں متن کے قریب اور واضح ہیں۔ دوسرا یہ کہ بعض بڑے موضوعی روابط مفید مگر اجتہادی ہیں۔ تیسرا یہ کہ بعض ذوقی اشارات مزید شہادت چاہتے ہیں۔ اگر ان سب کو ایک ہی درجے کا قرار دیا جائے تو علمی قدر پیمائی کمزور ہو جاتی ہے۔ نیلوی کے منتخب مواد میں مختلف سطحیں موجود ہیں، اس لیے متوازن نتیجہ بھی مختلف درجوں کے ساتھ بیان ہونا چاہیے۔ اس سے قاری تفسیر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے استنباطی حصے کی حدود بھی سمجھتا ہے۔

تحقیقی استعمال میں نقل کے دو واسطے واضح ہونا بھی ضروری ہے۔ اس مضمون میں اصل **تبیین القرآن** کا مکمل آزاد نسخہ جاتی جائزہ نہیں کیا گیا، بلکہ فراہم کردہ ڈاکٹری مقالے کے منتخب اقتباسات اور تجزیے سے استفادہ ہے۔ اس لیے جہاں نیلوی کی عبارت براہ راست دستیاب نہ ہو، وہاں نسبت مقالے کے واسطے سے رکھی گئی ہے۔ یہ وضاحت نتائج کو کمزور بنانے کے بجائے ان کی حد متعین کرتی ہے۔ آئندہ اصل تفسیر کی مقابلت سے بعض نسبتوں، الفاظ اور توضیحات کی مزید تصدیق ہو سکتی ہے۔ علمی تحقیق میں ایسا مرحلہ واضح رکھنا معتبر نقل کا ضروری تقاضا ہے۔

تدریسی نتیجے کے طور پر ایک ہی مقام کے لیے متن، مناسبت اور اطلاق کی ترتیب اختیار کی جا سکتی ہے۔ پہلے آیات کا بنیادی مفہوم، پھر ان کا تعلق اور آخر میں زندگی سے متعلق محدود مثال سامنے آئے۔ اس ترتیب میں اطلاق اصل معنی کا بدل نہیں بنتا۔ طلبہ اگر متبادل ربط پیش کریں تو اس کی دلیل پوچھی جائے، محض خوب صورت تعبیر قبول نہ کی جائے۔ نیلوی کے نظائر اس مشق کے لیے اہم مواد دیتے ہیں۔ اس طریقے سے علم نظم یادداشت، فہم، استدلال اور اخلاقی شعور کی مشترک تربیت کا ذریعہ بن سکتا ہے، جبکہ علمی اختلاف کے لیے بھی مناسب گنجائش باقی رہتی ہے۔

خلاصہ بحث

تبیین القرآن کے منتخب نظائر سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمد حسین نیلوی قرآن کے مضامین کو ایک مربوط توحیدی اور اصلاحی خطاب کے طور پر پڑھتے ہیں۔ ان کے ہاں فاتحہ سے بقرہ کا تعلق دعا اور ہدایت، اجمال اور تفصیل، نیز عبادت اور ربوبیت کے باہمی رشتے سے واضح ہوتا ہے۔ بعد کی سورتوں میں یہی زاویہ عقیدے، اجتماعی استقامت، حقوق، احکام اور دعوت کی ذمہ داریوں کو جوڑتا ہے۔ اس مطالعے کا اہم نتیجہ یہ ہے کہ ربط کی تمام صورتیں ایک درجے کی نہیں۔ قریب کے سیاق اور واضح

---

[33] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص۵، ۸۰، ۱۲۵، ۲۰۵، ۲۳۶۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

معنوی تسلسل سے ثابت تعلق زیادہ مضبوط ہوتا ہے، جبکہ ناموں کی مناسبت یا ایک عمومی مضمون کی بنیاد پر قائم ربط مزید دلیل چاہتا ہے۔ تفسیری ترجمے میں مناسبت کی توضیح قاری کے لیے سہولت پیدا کرتی ہے، لیکن اصل عبارت اور مفسر کے اضافے کا امتیاز برقرار رہنا چاہیے۔ فراہم کردہ مقالے کی بعض عمومی یا تحسینی تعبیرات کو مستقل تحقیق کے بغیر قطعی نتائج نہیں بنایا جاسکتا۔ اس لیے نیلوی کے منہج سے استفادہ تقابلی مطالعے، عربی دلالت اور معتبر تفسیری روایت کے ساتھ ہونا چاہیے۔ مجموعی طور پر یہ نظائر مربوط فہم، تدریسی ترتیب اور اخلاقی تربیت کے لیے بھی مفید ہیں، بشرطیکہ اجتہادی توضیح کو اپنی علمی حدود کے اندر رکھا جائے۔

مصادر و مراجع

القرآن الکریم۔

نیلوی، محمد حسین۔ **تبیین القرآن** (کامل، چہار حصص)۔ پاکستان: اشاعۃ التوحید والسنۃ، بلا تاریخ۔